حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت و تعلیمات کا اجمالی جائزہ

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین*

خلاصہ

حضرت امام رضاؑ کی ولادت ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۸ھ۔ق میں ہوئی۔ آپ نے ۵۵ سال کی عمر پائی اور آپ کی شہادت ۲۰۳ھ۔ق میں ہوئی۔ آپؑ نے اپنی زندگی کے آخری تین سال طوس (خراسان) میں گذارے۔ مکتب اہل بیتؑ کے دفاع اور نمائندگی کے طفیل آپ کا ایک لقب ''عالمِ آل محمد'' پڑ گیا۔ مأمون کی کوشش یہ تھی کہ کم از کم ایک بار سہی، امام ۔کے علمی مقام کو چیلنج کیا جائے لیکن اُن مناظروں کی بدولت جن کا اس نے اہتمام کیا تھا حضرت امام رضاؑ کی عظمت سب پر آشکار ہو گئی۔ حضرت امام رضاؑ کی معنویت کے بعض مظاہر درج ذیل ہیں:

اخلاق و کردار پر تواضع اور فروتنی، سرات کو کم سونا اور زیادہ وقت عبادت میں گزارنا، بہت طولانی سجدے کرنا، قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت اور اُن آیات کی تلاوت کے دوران جن میں دوزخ اور عذاب الٰہی ذکر ہوتا، دھاڑیں مار مار کر رونا، اولِ وقت کی نماز کو اہمیت دینا، محفل میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھنا اور ہمیشہ نرم لہجہ میں گفتگو کرنا حضرت امام رضاؑ کی معنویت اور سیرت و کردار کے اہم مظاہر شمار ہوتے ہیں۔

حضرت امام رضاؑ کے مطابق، امام خدا کی حجت، خدا کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دینے والا، خدا کے دین کا محافظ اور حکیمانہ طریقے، نیک نصیحتوں اور قاطع برہان کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ انبیاء الٰہی کی مانند، ائمہ اطہارؑ کا علم، فضائل اور کمالات، سب کچھ خدا کا عطا کردہ ہوتا ہے۔ حضرت امام رضاؑ کی نظر میں علم دین کا حصول، اہل بیتؑ کے ''امر'' کے احیاء کے مترادف ہے لہٰذا آپؑ کے ماننے والوں پر دین کی تعلیمات کا حصول اور ان تعلیمات کی نشرواشاعت ضروری ہے۔

*۔ ڈائریکٹر نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، استاد اصول و فقہ اسلامی، جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت و کردار

حضرت امام رضاؑ کی ولادت ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۸ھ۔ق میں ہوئی۔ آپؑ کا نام "علی"، کنیت " ابوالحسن" اور مشہور القاب "الرضا" (یعنی پسندیدہ)، "غریب الغربا" (یعنی سب سے بڑا پردیسی)، "معین الضعفاء" (یعنی کمزوروں کی مدد کرنے والا)، "شمس الشموس" (یعنی تابناک ترین آفتاب) اور "انیس النّفوس" (یعنی لوگوں کا ہمدم) ہیں۔ آپ کے والد گرامی، ہمارے ساتویں امام، حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہم السلام اور آپؑ کی مادر گرامی، بی بی مکرمہ حضرت "تکتّم" ہیں کہ جنہیں "نجمہ" بھی کہا جاتا تھا۔ چونکہ آپ کی آغوش میں ایک طیّب وطاہر اور معصوم امام کی پرورش ہوئی، لہٰذا آپ کو "طاہرہ" کا لقب بھی دے دیا گیا۔

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کی شادی ایک انتہائی پاک طینت خاتون سے ہوئی جن کا نام بی بی "سبیکہ " تھا جن کے بطن سے خداوند تعالی نے آپؑ کو ایک بیٹا عطا کیا جن کا نام "محمد" اور لقب " جواد" رکھا گیا۔ شیعہ علماء کے ہاں مشہور یہ ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی اولاد، آپؑ کے تنہا فرزند حضرت محمد بن علی الجوادؑ ہی ہیں۔

حضرت امام رضاؑ نے ۵۵ سال کی عمر پائی اور آپؑ کی شہادت ۲۰۳ھ۔ق میں ہوئی۔ آپؑ کی شہادت کا سبب مأمون عباسی کے توسط سے آپ کو دی جانے والی زہر تھی۔

آپؑ کی امامت کا دورانیہ تقریبا ۲۰ سال ہے کہ جس میں سے ۱۷ سال کا عرصہ آپ نے مدینہ منورہ میں گذرا؛ جہاں آپ عام و خاص کے ملجا و ماویٰ رہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری تین سال طوس (خراسان) میں گذارے اور اس دوران بھی آپ نے دین مبین اسلام کی سرفرازی کیلئے حتی المقدور کوششیں کیں۔ آپ اپنے خداداد علم میں اس مقام پر فائز تھے کہ آپ کا ایک لقب "عالم آل محمد" پڑ گیا۔

جناب اباصلت ہروی، محمد ابن اسحاق ابن موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ اپنی اولاد سے فرماتے تھے:

" تمہارا بھائی علی بن موسیٰ، خاندان پیغمبرؐ کا حکیم ہے۔ اپنی دینی ضروریات اور مسائل کا جواب ان سے طلب کیا کرو اور جو کچھ وہ بتائیں اسے یاد کرلو؛ کیونکہ میرے بابا [حضرت امام صادقؑ] نے کئی بار مجھ سے فرمایا کہ تیری نسل سے خاندان پیغمبرؐ کا عالم پیدا ہوگا۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا اور اسے دیکھتا۔" (1)

بہت سے مذاہب اور کئی فرقوں کے علمأ کے ساتھ آپ کے علمی مناظرات نے آپ کے علمی مقام و منزلت کو اس قدر آشکار کر دیا کہ مأمون کو علی الاعلان یہ کہنا پڑا: " مَا أَعْلَمُ اَحَداً اَفْضَلَ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ"۔ یعنی: "میں روئے زمین پر اِس شخص [حضرت امام رضاؑ] سے بڑے کسی عالم کا سراغ نہیں رکھتا۔" (2)

آپ کے کمالات و فضائل اس قدر آشکار تھے کہ فرید وجدی اپنے دائرۃ المعارف میں لکھتا ہے کہ جب مأمونِ عباسی نے مختلف فرقوں اور مذاہب کے تیس ہزار افراد کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ کہا کہ وہ اپنے میں سے لائق ترین انسان کا انتخاب کریں تاکہ وہ اپنی ولی عہدی اُس کے سپرد کر سکے تو ان سب لوگوں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ پر اتفاق کیا۔ (3)

عباسی خلافت کے کارندے، خاص اہداف کے تحت، مختلف مذاہب اور فرقوں کے دانشوروں کو دعوت دیتے اور انہیں امام ـ رضاکے مد مقابل قرار دیا کرتے تھے اور ان کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ان مناظروں میں کم از کم ایک بار سہی، امامؑ ان کے سوالوں کا جواب نہ دے سکیں۔ بہر حال مامون کا ہدف کچھ بھی ہو، ان محفلوں کی بدولت حضرت امام رضاؑ کی عظمت واضح طور پر آشکار ہو گئی اور آپ کے شیعہ بھی آپؑ کے علمی مقام و منزلت سے خوب فیضیاب ہوئے۔

جناب عبد السلام ہروی، جو کہ اکثر ان محفلوں میں حاضر ہوتے تھے، کہتے ہیں:

"ما رأيت أعلم من علی ابن موسى الرضا ـ و لا رآه عالم الا شهد له بمثل شهادتی و لقد جمع المأمون فی مجلس له عددا من علماء الاديان و فقهاء الشريعة و المتكلمين فغلبهم عن آخرهم حتى ما بقی منهم احد الا اقرّ على نفسه بالقصور۔"

یعنی: "میں نے کسی شخص کو بھی حضرت امام رضا ـ سے بڑا عالم نہیں پایا۔ جس دانشور نے بھی آپ کو دیکھا اس نے یہی گواہی دی جو میں نے دی ہے۔ ایک محفل میں مأمون نے مختلف ادیان کے علمأ، شریعت کے فقہأ اور علم کلام کے علمأ کو آپ کے ساتھ مناظرے کیلئے جمع کیا لیکن آپ ـ اُن سب پر غالب آئے؛ یہاں تک کہ ان سب کو اپنی علمی کمزوری اور امام ـ کی علمی برتری کا اعتراف کرنا پڑا۔" (4)

حضرت امام رضاؑ ایک طرف سے تو مختلف ادیان اور مذاہب کے علماء کے سوالوں کا دو ٹوک جواب دیتے اور دوسری طرف اپنے مخاطب کے مذہب اور عقیدے کی اساس پر بات اور استدلال کرتے تھے اور آپؑ کا یہ رویہ، آپؑ کی علمی توانائی کا ایک نمایاں مظہر تھا۔ حضرت امام رضاؑ اہل تورات کو تورات سے، انجیل کے پیروکاروں کو انجیل سے، زبور کے ماننے والوں کو زبور سے اور ہر فرقے اور گروہ کو خود ان کے مذہب کی بنیاد پر جواب دیتے تھے۔ جناب اباصلتؒ ہروی فرماتے ہیں:

" حضرت امام رضاؑ لوگوں سے خود ان کی زبان میں بات کرتے تھے۔ خدا کی قسم! آپؑ ہر زبان میں اس زبان کے بولنے والوں سے زیادہ فصیح اور ہر تہذیب و تمدن سے خود اس تہذیب و تمدن کے اہل سے زیادہ آگاہ تھے۔" جناب اباصلتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "اے رسول خداؐ کے فرزند! میں آپ کے مختلف زبانوں پر تسلّط اور احاطہ پر حیران ہوں۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: "میں لوگوں پر خدا کی حجت ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کسی کو لوگوں پر حجت قرار دے لیکن وہ ان کی زبان سے واقف نہ ہو۔ آیا امیر المومنین علیؑ کا یہ فرمان آپ تک نہیں پہنچا کہ آپؑ نے فرمایا: "ہمیں "فصل الخطاب" عطا کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد مختلف زبانوں سے آشنائی ہی تو ہے۔" (5)

بہر حال، مأمون کا ہمیشہ یہ اصرار ہوتا تھا کہ حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں علمی محفلوں کا انعقاد اور آپ کے ساتھ دانشوروں کے مناظروں کا اہتمام کیا جائے۔ لیکن آخر کار وہ آپؑ کو ان مناظروں میں شرکت کی دعوت دینے پر بہت پشیمان ہوا۔ کیونکہ ابتداء میں تو اُس کا ہدف یہ تھا کہ ان مناظروں کے ذریعے حضرت امام رضاؑ کی تحقیر اور آپؑ کے علمی مقام و منزلت کی توہین کرسکے۔ اور عوام کو ایسے جلسوں میں مشغول رکھ کر ان کی توجہ مملکت کے سیاسی مسائل سے ہٹا دے لیکن جب اس نے دیکھا کہ اسے اس مقصد میں ناکامی ہوئی ہے تو بہت پشیمان ہوا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہی وہ واقعات تھے جو حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

حضرت امام رضاؑ کی معنویت کے بعض مظاہر درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت امام رضاؑ کے اخلاق و کردار پر تواضع اور فروتنی کی گہری چھاپ تھی۔ چنانچہ آپ کے خادم "یاسر" کا کہنا ہے کہ آپ اپنے غلاموں اور نوکروں پر بہت مہربان تھے۔ ان کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر غذا

تناول فرماتے اور ان کی احوال پرسی کرتے تھے۔ جب بعض بے معرفت لوگوں نے آپ کے اس عمل پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

"مَهْ! اِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی وَاحِدٌ وَ الْاَبُ وَاحِدٌ وَ الْاُمُّ وَاحِدَةٌ وَ الْجَزَاۗءُ بِالْاَعْمَالِ"۔

یعنی: " خاموش! بے شک [سب کا] پروردگار ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے اور ماں بھی ایک ہے اور ہر کسی کو جزا تو اس کے اعمال کے مطابق ملے گی۔" (6)

دوسرے الفاظ میں آپؑ یہ فرمارہے تھے کہ جب ہم سب کا پروردگار ایک ہے اور ماں باپ ایک ہیں تو پھر کسی انسان کو کسی دوسرے پر فخر کیسا؟ جس طرح سے ایک ماں باپ کی اولاد کو ایک دوسرے پر کوئی فخر حاصل نہیں ہو سکتا، اسی طرح انسانوں کو اپنے مابین ایک دوسرے پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور ایک دوسرے سے بھائیوں کی طرح پیش آنا چاہیے۔

۲۔ آپ ۔ رات کو کم سوتے تھے اور زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ حضرت امام رضاؑ کی عبادت و مناجات کے بیان میں آپ ۔ کا یہی بیان کافی ہے کہ آپ نے معروف شاعر "دعبل خزاعی" کو اپنی عبا ہدیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اِحْتَفِظْ بِهٰذَا الْقَمِیْصِ، فَقَدْ صَلَّیْتُ فِیْهِ اَلْفَ لَیْلَةٍ اَلْفَ رَكْعَةٍ وَ خَتَمْتُ فِیْهِ الْقُرْآنَ اَلْفَ خَتْمَةٍ"

یعنی: " (اے دعبل!) اس عبا کی قدر کو پہچانو! کہ میں نے اس میں ہزار رات، ہر رات میں ہزار رکعت نماز ادا کی ہے اور اس میں نے قرآن کریم کے ایک ہزار ختم تلاوت کیے ہیں۔" (7)

۳۔ آپ ۔ اکثر ایام روزہ کی حالت میں گذارتے اور خاص طور پر ہر مہینے کی پہلی، پندرھویں اور آخری تاریخ کو روزہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ:

"ذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ"

یعنی: " یہ ساری زندگی کا روزہ ہے۔" (8)

حضرت امام صادقؑ سے بھی ایک ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ ۔ نے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام کے حوالے سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا کہ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا:

"اَیُّكُمْ یَصُوْمُ الدَّهْرَ؟"

یعنی: ”تم میں سے کون پوری زندگی روزے کی حالت میں گذارتا ہے؟“

جناب سلمان فارسیؓ نے عرض کی: ”یارسول اللہ میں۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا:

”اَیُّکُمْ یُحْیِی اللَّیْلَ؟“

یعنی: ”تم میں سے کون ساری رات عبادت میں گذارتا ہے؟“

جناب سلمان فارسیؓ نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔“

یہ سن کر ایک صحابی کو طیش آگیا اور وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! سلمان ایرانی ہے اور یہ ہم قریش پر اپنی برتری دکھانا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ہے: ”کون زندگی بھر روزہ رکھتا ہے؟“ یہ کہتا ہے: ”میں“؛ حالانکہ اکثر ایام میں یہ کھانا کھاتا (دیکھا گیا) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ”کون ساری رات عبادت میں گذارتا ہے؟“ اس نے کہا: ”میں“؛ حالانکہ رات کا اکثر حصہ یہ سویا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ”کون ہر دن قرآن کا ایک ختم مکمل کرتا ہے؟“ اس نے کہا: ”میں“؛ حالانکہ دن کا اکثر حصہ یہ چپ چاپ گذارتا ہے۔“ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَهْ! یَا فُلَانُ، أَنّیٰ لَکَ بِمِثْلِ لُقْمَانِ الْحَکِیمِ، سَلْهُ فَاِنَّهُ یُنَبِّئُکَ“۔

یعنی: ”اے فلان! خاموش رہو، تم لقمان حکیم جیسے شخص کی بات کہاں سمجھ سکتے ہو! اُن سے پوچھو، وہ خود تمہیں (اپنے کہے کا راز) بتائے گا۔“

تب اس صحابی نے جناب سلمان فارسیؓ سے پوچھا: ”اے خدا کے بندے! آیا تمہارا گمان یہ نہیں ہے کہ تم زندگی بھر روزہ رکھتے ہو؟ سلمانؓ نے جواب دیا: ”ہاں!“ وہ کہنے لگا: ”میں نے تو آپ کو اکثر اوقات دن میں کھانا کھاتے دیکھا ہے۔“

جناب سلمانؒ نے جواب دیا: ”ایسا نہیں ہے جیسا آپ نے سوچا ہے۔ میں ہر مہینے تین دن روزہ رکھتا ہوں اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا“ (یعنی جس نے اچھائی کی اسے اس کے دس برابر صلہ دیا جائے گا۔) [تو یوں یہ تین روزے، تیس روزوں کے برابر ہو جاتے ہیں] اور میں شعبان کو ماہ رمضان سے متصل کر دیتا ہوں تو یہ گویا ساری زندگی کے روزے کے مساوی ہے۔

اس صحابی نے پھر پوچھا: "آیا تیرا گمان یہ نہیں ہے کہ تو ساری رات عبادت میں گذارتا ہے؟" جناب سلمان فارسیؓ نے جواب دیا: "کیوں نہیں۔" اس نے پوچھا: "تم تورات کا اکثر حصہ سوتے گذارتے ہو!"
جناب سلمانؓ نے فرمایا: "ایسا نہیں جیسا تو نے گمان کیا ہے؛ لیکن میں نے اپنے محبوب، رسولخدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے: "جو طہارت (وضو، غسل) کی حالت میں سویا، گویا وہ ساری رات عبادت کرتا رہا ہے۔ تو میں بھی ہر رات طہارت کے ساتھ سوتا ہوں۔"
پھر اس صحابی نے پوچھا: "آیا تیرا گمان یہ نہیں ہے کہ تم ہر دن قرآن ختم کرتے ہو؟" جناب سلمانؓ نے فرمایا: "ایسا ہی ہے۔" اس نے کہا: "لیکن تم تو دن کا اکثر حصہ خاموش رہتے ہو!" جناب سلمانؓ نے فرمایا: "ایسا نہیں جیسا تم نے گمان کیا ہے؛ لیکن میں نے اپنے محبوب، رسولخدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ علیؑ سے فرما رہے تھے:
"يَا أَبَا الْحَسَنُ! مَثَلُكَ فِي أُمَّتِي مَثَلُ سُوْرَةِ التَّوْحِيْدِ، فَمَنْ قَرَأَهَا مَرَّةً فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَ مَنْ قَرَأَهَا مَرَّتَيْنِ فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَيِ الْقُرْآنِ، وَ مَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثاً فَقَدْ خَتَمَ الْقُرْآنَ، فَمَنْ أَحَبَّكَ بِلِسَانِهِ فَقَدْ كَمُلَ لَهُ ثُلُثُ الْإِيمَانِ، وَ مَنْ أَحَبَّكَ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ فَقَدْ كَمُلَ لَهُ ثُلُثَا الْإِيمَانِ، وَ مَنْ أَحَبَّكَ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ وَ نَصَرَكَ بِيَدِهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ يَا عَلِيُّ! لَوْ أَحَبَّكَ أَهْلُ الْأَرْضِ كَمَحَبَّةِ أَهْلِ السَّمَاءِ لَمَا عُذِّبَ أَحَدٌ بِالنَّارِ۔"
یعنی: "اے ابوالحسن! میری امت میں آپ کی مثال سورۂ توحید کی سی ہے۔ جس نے سورۂ توحید کو ایک مرتبہ پڑھا، اس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی ہے؛ اور جس نے اس کی دو بار تلاوت کی، اس نے دو تہائی قرآن کی تلاوت کی؛ اور جس نے اس کی تین بار تلاوت کی، اس نے پورے قرآن کا ختم کیا ہے۔
تو (یا علی!) جس نے آپ سے اپنی زبان سے محبت (ظاہر) کی، اس کا ایک تہائی ایمان کامل ہو گیا؛ اور جس نے آپ سے زبان اور دل (دونوں) سے محبت کی، اس کا دو تہائی ایمان مکمل ہوا؛ اور جس نے آپ سے زبان اور دل سے محبت کی اور ہاتھ سے آپ کی نصرت کی اس کا ایمان پورے طور پر کامل ہو گیا۔ یا علی! اُس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر اہل زمین بھی آپ سے ویسی محبت رکھتے جیسی اہل آسمان رکھتے ہیں تو کسی ایک شخص کو بھی آگ کے عذاب میں نہ ڈالا جاتا۔"

اس کے بعد جناب سلمان نے فرمایا: "اور میں بھی تو ہر روز "قُلْ هُوَاللهُ أَحَدٌ" کی تین بار تلاوت کرتا ہوں۔" [گویا یوں میں روزانہ پورے قرآن کو ختم کرتا ہوں] جناب سلمان فارسیؓ کا یہ جواب سن کر وہ شخص چپ سادھ کر چل دیا۔" (9)

۴۔ حضرت امام رضاؑ کے سجایا اور اخلاق میں سے ایک یہ کہ آپؑ کے سجدے بہت طولانی ہوا کرتے تھے۔ آپؑ صبح کی نماز کے بعد سر سجدے میں رکھتے تو سورج طلوع ہونے تک سر بسجود رہ جاتے تھے۔

۵۔ آپؑ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔ آپؑ قرآن کریم سے ہٹ کر گفتگو نہ کرتے، بلکہ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیتے اور اگر کوئی مثال بیان کرتے تو بھی قرآن کریم ہی سے مأخوذ ہوتی تھی۔

۶۔ آپؑ جب بستر خواب پر لیٹتے تو خدا کی یاد اور قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

۷۔ آپؑ قرآن کریم کی نورانی آیات کی تلاوت کے دوران اگر کسی ایسی آیت پر پہنچتے کہ جس میں دوزخ اور عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے اور خدا سے پناہ مانگتے تھے۔

۸۔ آپؑ اولِ وقت کی نماز کو اہمیت دیتے تھے اور اگر روزہ بھی ہوتا تو پہلے نماز پڑھتے اور پھر افطار کرتے تھے۔

۹۔ آپؑ سفر میں بھی نوافل اور خاص طور پر نماز تہجد ترک نہیں کرتے تھے۔ رات کی آخری تہائی میں خدا کا ذکر کرتے ہوئے بستر سے اٹھتے، مسواک کرتے، وضو کرتے اور مصلائے عبادت پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر رات نماز تہجد کے علاوہ، نماز جعفر طیار بھی پڑھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک تعقیبات میں مشغول رہتے اور سجدۂ شکر بجالاتے تھے۔

۱۰۔ آپؑ کی زبان پر ہمیشہ خدا کا ذکر جاری رہتا تھا۔

۱۱۔ آپؑ نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی مناجات خدا سے مانوس رہتے تھے۔

۱۲۔ آپؑ زیادہ تر وقت نماز میں گذارتے تھے۔

۱۳۔ آپؑ کسی کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ ہی آپ نے کسی کے ساتھ جسارت آمیز لہجہ میں کبھی گفتگو فرمائی۔

۱۵۔ جناب کلینیؒ نے آپ کی سیرت و کردار سے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سارے لوگ امام رضاؑ کی خدمت میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک مسافر آیا۔ اس نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مولا

میں آپ اور آپ کے آباؑ و اجداد سے محبت کرنے والا ہوں۔ حج کے سفر میں میرا زادِ راہ گم ہو گیا ہے لہٰذا آپ مجھے زادِ راہ عنایت فرمائیے کہ جب میں طوس واپس لوٹ جاؤں گا تو وہاں میں آپ کی طرف سے اتنی رقم صدقہ دے دوں گا۔

آپ ۔ایک کمرے میں داخل ہوئے اور دروازے کے اوپر سے دو سو دینار کی رقم اس مسافر کے حوالے کر دی اور خود اس کے سامنے نہ آئے اور فرمایا کہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اتنی رقم صدقے میں دے اور یہ کہہ کر آپ نے اس مسافر سے چاہا کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ جب وہ مسافر چلا گیا تو آپ تشریف لائے۔ جب بعض لوگوں نے آپ سے یہ پوچھا کہ کیوں آپ نے دروازے کے اوپر سے اس سائل کو زادِ راہ دیا اور اس سے یہ تقاضا فرمایا کہ وہ یہاں سے چلا جائے؟ تو آپ نے فرمایا :

''میں یہ چاہتا تھا کہ اس کے چہرے پر سوال کرنے کی ذلت کا مشاہدہ نہ کروں۔ آیا آپ نے پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ : ''چھپا صدقہ، ستر حج کے برابر ہے، کھلا گناہ انسان کی ذلت کا موجب اور چھپا گناہ، خدا کی مغفرت کا موجب قرار پاتا ہے''۔(10)

امامت، حضرت امام رضاؑ کی نظر میں

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ ایک مفصل حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد امام اور خدا کی حجت کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

''۔۔۔ وَ الاِمَامُ یُحَلِّلُ حَلَالَ اللهِ وَیُحَرِّمُ حَرَامَ اللهِ وَیُقِیمُ حُدُودَ اللهِ یَذُبُّ عَنْ دِیْنِ اللهِ وَیَدْعُوا اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّهِ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ الْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ۔،،

یعنی: ''امام خدا کی حلال کردہ چیز کو حلال اور حرام کردہ چیز کو حرام قرار دیتا ہے اور الٰہی قوانین لاگو کرتا ہے۔ خدا کے دین کی حفاظت کرتا ہے اور حکیمانہ طریقے سے، نیک نصیحتوں اور قاطع برہان کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے۔''(11)

حضرت امام رضاؑ کے اس فرمان کی روشنی میں امام شناسی کے حوالے سے چند اصول سامنے آتے ہیں :

ا۔ { " IXE-" } شیعہ نکتہ نگاہ سے، امام ہمیشہ الٰہی احکام کے حدود کے دائرہ میں حرکت کرتا ہے؛ خداوند عالم کی حلال کردہ چیز کو کسی طور حرام نہیں کرتا اور حرام کردہ چیز کو حلال قرار نہیں دیتا۔

۲۔ امام نہ تنہا دین کے احکام اور حلال و حرامِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے بلکہ ان احکام پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والا اور ان کا سر سخت مدافع بھی ہوتا ہے۔

۳۔ امام اپنی تمام تر توانائیاں اور ذرائع، لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے میں صرف کر دیتا ہے۔ امام کا ہدف، خدا کا دین ہوتا ہے اور امام اپنی ذات اور اپنے وقار کی خاطر کچھ انجام نہیں دیتا۔

بنا بر ایں، مکتب تشیع میں امام کی اطاعت، خدا کی اطاعت کا مقدمہ ہے؛ بر خلاف بعض ان مسالک کے جو وقت کے ہر حاکم کو امیر المؤمنین قرار دیتے ہیں اور اسے واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ، خود امام کو بھی نبی اکرم ﷺ کی شریعت کا پابند، قرآن کا مروج، اس پر عمل کرنے والا اور قرآن کے حلال و حرام کا محافظ قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں امام معصوم کا کوئی ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام کی علمی برتری کے حوالے سے حضرت امام رضا۔فرماتے ہیں:

"اَلْاِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهِ، لَا يُدَانِيهِ اَحَدٌ وَلَا يُعَادِلُهُ عَالِمٌ وَلَا يُوجَدُ مِنْهُ بَدَلٌ"

یعنی: "امام اپنے زمانے میں بے ہمتا ہوتا ہے؛ فضائل و کمالات میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا؛ نہ کوئی عالم امام کے علم کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی امام کا جانشین بن سکتا ہے۔" (12)

البتہ حضرات ائمہ اطہارؑ کا علم، فضائل اور کمالات، سب کچھ خدا کا عطا کردہ ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خداوند متعال کا بندہ سمجھتے ہیں۔ وہ اگر کبھی اپنے علم اور فضائل کی برتری کی بات کرتے بھی ہیں تو اس لئے تاکہ لوگ انہیں پہچان سکیں، ان پر بھروسہ کریں اور خدا کی بندگی کا طور و طریقہ اور دینداری کی راہ و رسم اُن سے سیکھیں۔ چنانچہ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ وَالْاَئِمَّةَ يُوَفِّقُهُمُ اللهُ وَيُؤْتِيهِمْ مِنْ مَخْزُونِ عِلْمِهِ مَا لَا يُؤْتِيهِ غَيْرَهُمْ فَيَكُونُ عِلْمُهُمْ فَوْقَ كُلِّ عِلْمِ اَهْلِ زَمَانِهِمْ"

یعنی: "خداوند متعال انبیاء اور ائمہؑ کو توفیق عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے خزانۂ علم و حکمت سے وہ کچھ عطا کرتا ہے جو کسی کو عطا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا علم اپنے زمانے کے سب علماء کے علم سے برتر ہوتا ہے۔" (13)

اپنے ایک اور نورانی بیان میں حضرت امام رضاؑ معصوم امام اور خدا کے ان بر گزیدہ ہستیوں کے الٰہی مقام و منصب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اخْتَارَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِاُمُوْرِ عِبَادِهٖ شَرَحَ صَدْرَهُ لِذَالِكَ وَ اَوْدَعَ قَلْبَهُ يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ وَ اَلْهَمَهُ الْعِلْمَ اِلْهَاماً فَلَمْ يَعْيَ بَعْدَهُ بِجَوَابٍ وَ لَايُحَيَّرُ فِيْهِ عَنِ الصَّوَابِ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ مُؤَيَّدٌ مُوَفَّقٌ مُسَدَّدٌ قَدْ اَمِنَ الْخَطَايَا وَ الزَّلَلِ وَ الْعِثَارِ، يَخُصُّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِذٰلِكَ لِيَكُوْنَ حُجَّتَهُ عَلٰى عِبَادِهٖ۔"

یعنی: "جب خداوند عالم، اپنے کسی بندے کو دوسرے بندوں کے راہنما کے طور پر چن لیتا ہے تو یہ ذمہ داری نبھانے کی غرض سے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور اسے ایسا علم عطا کرتا ہے جس کے ہوتے ہوئے وہ کسی سوال کا جواب دینے سے عاجز نہیں رہتا اور اچھائیوں کی تشخیص اور ان کے بیان میں کسی قسم کے شک و تردید کا شکار نہیں ہوتا۔

امام معصوم ہوتا ہے، اسے خداوند عالم کی توفیق و تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ ہر قسم کی خطا اور لغزش سے محفوظ ہوتا ہے۔ خداوند عالم اسے یہ امتیاز اس لئے عطا کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت قرار پائے اور لوگ اس کی راہنمائی میں حق کے راستے کو پہچان سکیں اور اس پر آگے بڑھ سکیں۔" (14)

علم دین کا حصول، حضرت امام رضاؑ کی نظر میں

اس میں شک نہیں ہے کہ علم دین کا حصول ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اس حوالے سے امام رضاؑ کا یہ فرمان انتہائی قابل غور ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً اَحْيَا اَمْرَنَا"۔

یعنی: "خداوند عالم اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔"

آپؑ سے پوچھا گیا کہ کوئی آپ کے امر کو کیسے زندہ کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"يَتَعَلَّمُ عُلُوْمَنَا وَيُعَلِّمُهَا النَّاسَ فَاِنَّ النَّاسَ لَوْعَلِمُوْا مَحَاسِنَ كَلَامِنَا لَاتَّبَعُوْنَا"

یعنی: "ایک شخص ہمارا علم حاصل کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے؛ کیونکہ لوگوں کو اگر ہمارے کلام کی (پوشیدہ) خوبیوں کا علم حاصل ہو جائے تو وہ یقیناً ہماری پیروی کریں گے۔"

یہاں یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ "امرِ اہل بیتؑ" جس سے مراد ان کا دین اور ان کی تعلیمات ہیں اس کا زندہ کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شخص جو یہ بیڑا اٹھاتا ہے اس پر خدا کی رحمت کی بارشیں نازل ہوتی ہیں۔ نیز یہ کہ اہل بیت اطہارؑ کے دین اور ان کی تعلیمات کو زندہ کرنے کا راستہ ان کی تعلیمات کے حصول اور ان کی نشر واشاعت میں منحصر ہے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ اس تلخ حقیقت کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت امام رضا۔کے ماننے والے دین کا علم حاصل کرنے، اس کی ترویج اور نشرواشاعت سے پہلو تہی کرتے نظر آتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے ہم اپنی ضروریات زندی، آسائشات، تفریحات اور دیگر مذہبی و غیر مذہبی رسوم پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں لیکن جب حضرت امام رضاؑ اور آپ کے آباء واجداد کے دین کے احیاء کی کوئی تحریک ہو تو اس میں ہم سب سے پیچھے نظر آتے ہیں؟

آیا اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم رحمت الٰہی کی آغوش میں آنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں؟ ہمارے خیال میں جہاں ہمارے لیے اپنے روز مرہ اوقات کو خرچ کرنے کے بیسیوں پروگرامز اور ایجنڈے طے شدہ ہوتے ہیں، وہاں اہل بیت اطہارؑ کی تعلیمات کو سیکھنے اور دوسروں کو سکھلانے کیلئے بھی کسی عالم دین کے درس میں بیٹھ کر یا کسی معتبر دینی کتاب کے باقاعدہ مطالعہ کے ذریعے کچھ وقت ان ہستیوں کے "امر" کو زندہ رکھنے کیلئے ضرور خرچ کرنا چاہیے۔

ہمیں چاہیے کہ نہ فقط حضرت امام رضاؑ کی زیارت کرکے آپ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کریں، بلکہ علم دین کے حصول اور اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرکے بھی آپ ۔کی خوشنودی حاصل کریں۔ یقیناً ایسا کرنے سے رحمت الٰہی ہمارے شاملِ حال ہو گی۔ ہم جہاں آپؑ کی زیارت کی نذر مان کر خداوند تعالی کی بارگاہ سے اپنی حاجات کے پورے ہونے کی دعا مانگ سکتے ہیں وہاں آپ ۔کی تعلیمات کو عام کرنے پر کچھ خرچ کرنے کی نذر مان کر بھی اپنی حاجات پورا ہونے کی دعا مانگ سکتے ہیں۔آخر میں خداوند تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ائمہ اطہارؑ کی حقیقی معرفت، ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق، دنیا میں ان کی قبور کی زیارت اور آخرت میں ان کی شفاعت نصیب فرمائے! (آمین!)

*****

حوالہ جات

1۔الشیخ الطبرسی؛اعلام الوری بأعلام الہدیٰ؛ص ۳۱۵؛اثبات الہداۃ،ج ٦، ص ۲۸۔
2۔الارشاد؛الشیخ المفید؛جلد ۲؛ص۲۶۱؛بحار الانوار؛المجلسی؛ج ۴۹؛ص ۱۴۵۔
3۔محمد فرید وجدی؛دائرۃ المعارف للقرن العشرین
4۔ابن ابی الفتح الاربلی؛کشف الغمہ؛دار الاضوائ، بیروت، ج ۳، ص ۱۱۰۔
5۔الشیخ الصدوق؛عیون اخبار الرضا؛بیروت؛ج ا، ص ۲۵۰۔
6۔الکلینی؛الکافی؛دار الکتب الاسلامیہ، تہران، اشاعت چہارم، ج ۸، ص ۲۳۰۔
7۔الشیخ الطوسی؛الامالی؛دار الثقافہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، قم، ص ۳۵۹۔
8۔الشیخ الصدوق؛عیون اخبار الرضا؛بیروت، ج ا، ص ۱۹۷۔
9۔الشیخ الصدوق؛الامالی، مرکز النشر والطباعۃ فی مؤسسۃ البعثۃ، قم، ص ۸٦۔
10۔الکلینی، الکافی، ج ۴، ص ۲۴۔
11۔الصدوق، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۹۷۔
12۔الکلینی، الکافی، ج
13۔الکلینی، الکافی، ج
14۔الکلینی، الکافی، ج